

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے

3

کشیر الانتخابی سوالات

- 1- مرزا غالب کا سن پیدائش ہے۔
 (الف) ۱۷۲۵ء
 (ب) ۱۷۹۱ء
 (ج) ۱۸۲۳ء
 (د) ۱۸۳۶ء
- 2- مرزا غالب کا سن وفات ہے۔
 (الف) ۱۸۲۹ء
 (ب) ۱۸۱۰ء
 (ج) ۱۷۶۲ء
 (د) ۱۸۲۶ء
- 3- مرزا غالب کے والد کا نام تھا۔
 (الف) سعادت علی[ؒ]
 (ب) مرحوم عبد اللہ بیگ
 (ج) خواجہ علی بخش
 (د) میر علی مقنی
- 4- غالب پیدا ہوئے۔
 (الف) لکھنؤ میں
 (ب) دلی میں
 (ج) آگرہ میں
 (د) فیض آباد میں
- 5- غالب کے والد جب ایک لڑائی میں مارے گئے تو غالب سکی عمر تھی۔
 (الف) تین سال
 (ب) چار سال
 (ج) پانچ سال
 (د) سات سال
- 6- والد کے انتقال کے بعد مرزا کی پرورش کی۔
 (الف) خواجہ علی بخش نے
 (ب) سید امام اللہ نصر اللہ بیگ کا غالب کے ساتھ درشتہ تھا۔
 (ج) نصر اللہ بیگ نے
 (د) عبدالصمد نے
- 7- نصر اللہ بیگ ملازم تھے۔
 (الف) چھاتھے
 (ب) ماموں تھے
 (ج) تایا تھے
 (د) خالو تھے
- 8- نصر اللہ بیگ اگریزی فوج میں
 (الف) اگریزی فوج میں
 (ب) ہندو فوج میں
 (ج) ہندوستان کی فوج میں
 (د) سکھ فوج میں
- 9- مرزا غالب کس کے ہمراہ دی آئے؟
 (الف) والد
 (ب) والدہ
 (ج) بچپن میں تعلیم حاصل کی۔
- 10- مرزا غالب نے بچپن میں تعلیم حاصل کی۔
 (الف) عبدالصمد سے
 (ب) نصر اللہ بیگ سے
 (ج) والد سے
 (د) شیخ معظم سے
- 11- مرزا غالب نے فارسی میں مہارت حاصل کی۔
 (الف) عبدالصمد سے
 (ب) نصر اللہ بیگ سے
 (ج) والد سے
 (د) شیخ معظم سے
- 12- مرزا غالب کی شادی نواب الہی بخش معروف کی بیٹی سے کس عمر میں ہوئی؟
 (الف) بارہ سال
 (ب) تیرہ سال
 (ج) پندرہ سال
 (د) سولہ سال
- 13- غالب کو پیش ملتی تھی جس کے اضافے کے لیے انہوں نے سفر کیا۔
 (الف) کلکتہ کا
 (ب) دہلی کا
 (ج) آگرہ کا
 (د) لکھنؤ کا
- 14- غالب نے بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔
 (الف) ۱۸۳۰ء میں
 (ب) ۱۸۴۰ء میں
 (ج) ۱۸۴۵ء میں
 (د) ۱۸۵۰ء میں



دل ناداں تھے ہوا کیا ہے

غزل 3

- 15۔ نواب یوسف علی خاں والی رام پور نے غالب کاما ہوا وظیفہ مقرر کیا۔
 (الف) پچاس روپے (ب) سو روپے (ج) ڈیڑھ سو روپے
 (د) دو سو روپے (ج) ڈیڑھ سو روپے (ب) غالب فن ہیں۔
- 16۔ (الف) دلی میں (ب) آگرہ میں (ج) لکھنؤ میں
 غالب کی ہمسہ گیر شخصیت کی طرح ان کی شاعری میں بھی براتنوع اور پائی جاتی ہے۔
 (د) کلکتہ میں (ج) عظمت (ب) رنگارگی
- 17۔ (الف) بولمنی (ب) رنگارگی (ج) غالب کی تصنیف نہیں ہے۔
 غالب کی تصنیف کی طرح ان کی شاعری میں بھی براتنوع اور پائی جاتی ہے۔
 (د) وسعت
- 18۔ (الف) گل رعناء (ب) دستبو (ج) قادر نامہ
 غالب کی تصنیف نہیں ہے۔
- 19۔ (الف) مہر نیروز (ب) قاطع برہان (ج) لٹائف غبی
- 20۔ (الف) محمد خاتم الدین صلی اللہ علیہ وسلم (ب) مرآۃ الغیب (ج) عشق
- 21۔ آخراں ___ کی دوا کیا ہے
 (الف) درد (ب) غم (ج) طلب گار
- 22۔ ہم ہیں مشتاق اور وہ ___
 (الف) آزاد (ب) بیزار (ج) مطلب
- 23۔ کاش پوچھو کہ ___ کیا ہے
 (الف) مدعا (ب) غرض (ج) دعا
- 24۔ ہم کو ان سے ___ کی ہے امید
 (الف) محبت (ب) وفا (ج) عشق
- 25۔ ہاں بھلا کرتی رہا ___ ہوگا
 (الف) بھلا (ب) اچھا (ج) وفا
- 26۔ جان ___ پر شمار کرتا ہوں
 (الف) اس (ب) محبوب (ج) تم
- G-II-2014
گوجرانوالہ بورڈ
(د) شاہ کار
(د) محبت
(د) نکات اشعار
(د) ذکرِ میر
- G-II-2016
گوجرانوالہ بورڈ
(د) مقصود
(د) دعا
(د) عشق
(د) مطلب
- II G-2013
لارڈ ہور بورڈ
(د) تجوہ
(د) وفا

کشیر الانتخابی سوالات کے جوابات

1	ب	2	ب	3	ا	4	ب	5	ج	6	ج	7	ا	8	ا	9	ب	10	د
ج	20	د	19	د	18	ا	17	ا	16	ب	15	د	14	ا	13	ب	12	ا	11



دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے

غزل 3

مشکل الفاظ معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
اکتا یا ہوا	بیزار	بلند خیال	و سعٰتِ نظر
مقصد، غرض	مَدعا	فن کی بلندی	فی عظمت
اچھا	بھلا	قائم قسم کا ہونا	تنوع
قربان کرنا، پچھاوار کرنا	ثمار کرنا	رزگار نگہ مُتغیر	بُقْلُونی
بے وقوف، ناسجھ	ناداں	کسی ایک پہلو پر	پہلو داری
شوق رکھنے والا، عاشق	مشتاق	زیادہ معنی و مطالب والے الفاظ	معنی آفرینی
معاملہ	ماجراء	ایک کیفیت کا نام، دکھ	درد
خدار سیدہ، فقیر	درویش	خلوص، خیر طلبی	وفا

اشعار کی تشریح

لاہور بورڈ G-II 2013، گوجرانوالہ 2016

شعر 1-

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

Free ILM .Com

حوالہ شعر:

صفہ ادب : غزل

شاعر کا نام : مرزا اللہ خاں غالب

مفہوم : اے ناداں دل ! ان عشق کی کیفیت میں کیوں مبتلا ہو گیا ہے کیوں کہ اس کیفیت سے پیدا ہونے والا درد تو ہمیشہ سے ہی

لاعلان رہا ہے۔

تشریح:-

غالب ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضامین کی رنگارگی، تخلی کی بلندی، آفاقت اور جدت ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انھوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں مرزا غالب اپنے دل کو ناداں کہتے ہیں کیوں کہ اس نے عشق میں گرفتار ہونے کی نادانی کی ہے۔ اس نادانی کے بعد وہ دل سے ہی پوچھتے



دل ناداں تھے ہوا کیا ہے

غزل 3

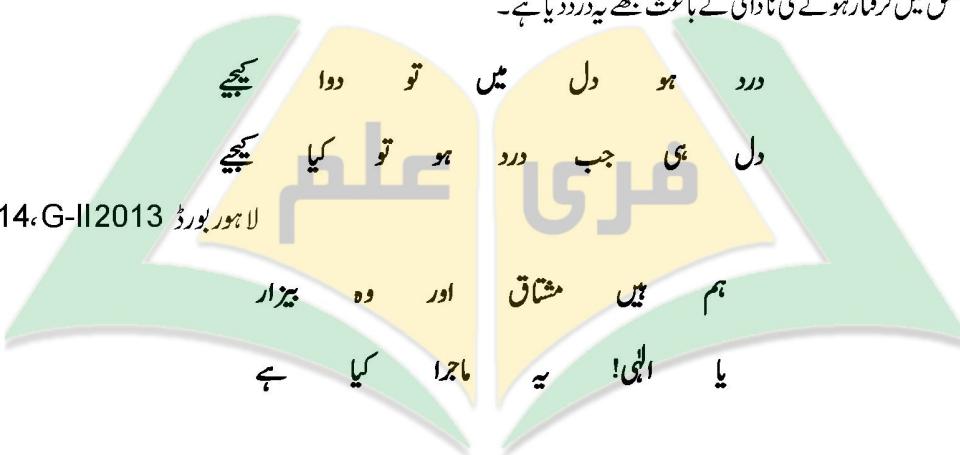
ہیں کہاب وہ جس درد کی کیفیت میں بنتا ہو چکا ہے اس میں راحت اور قرار پانے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔

”عشق قرب حسن کی خواہش کا نام ہے اور درد اس کیفیت کر کتے ہیں جو عاشق فراق محبوب اور آرزوئے وصال میں محسوس کرتا ہے“

درactual عشق ایک کشش مقناطیسی ہے جس کے تحت عاشق کے دل میں محبوب کی طلب و تمنا اور اس کا شوق اس قدر پیدا ہوتا ہے کہ وہ شب و روز اسی کے خیال میں رہتا ہے۔ وصال سے کبھی سیر نہیں ہوتا جب کہ فراق میں بے قرار اور مضطرب رہتا ہے اور بار بار وصال محبوب کی خواہش کرتا ہے۔ محبوب سے بار بار وصل کی اسی خواہش اور ترپ کا نام درد ہے۔ اس کیفیت میں عاشق کسی کروٹ چین نہیں پاتا ہے۔ گویا اس کا یہ درد لا علاج ہوتا ہے۔ غالب سمجھی عشق کے اسی مقام پر ہیں کیوں کہ جب انھیں کسی بھی حالت میں تسلیم حاصل نہیں ہوتی ہے تو وہ اپنے ہی دل سے پوچھتے ہیں کہ اے دل! اب تو ہی بتا کہ میں اس درد کا کیا علاج کروں کیوں کہ تو نے ہی عشق میں گرفتار ہونے کی نادانی کے باعث مجھے یہ درد دیا ہے۔

G-I 2014, G-II 2013, لا ہور بورڈ

شعر 2۔



Free Ilm .Com

حوالہ شعر:

صنف ادب :

مرزا سداللہ خاں غالب :

شاعر کا نام : یا الٰہی! یہ معاملہ ناقابل سمجھ ہے کہ میں تو محبوب کو اس قدر شدت سے عشق کروں لیکن وہ مجھ سے بیزاری ظاہر کر دی۔

مفہوم :

تشريح:-

غالب ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضامین کی رنگارنگی، تخلیل کی بلندی، آفیت اور جدتِ ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انہوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حُسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں محبوب شاعر سے بیزار ہے جب کہ شاعر محبوب کی بیزاری سے بیزار ہو کر خدا سے ابجا کرتا ہے۔ عاشق و محبوب کے درمیان اس طرح کی کش کش ایک فطری بات ہے کیوں کہ عاشق کی محبوب کے لیے طلب و تمنا کبھی ختم نہیں ہوتی جب کہ محبوب عاشق کے عشق اور صبر کے امتحان کے لیے اسے حالتِ فراق میں رکھتا ہے۔



دل ناداں تھے ہوا کیا ہے

غزل 3

”عشق ایک کش متناطیسی ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔“

عاشق، حسن و خوبی کی ایک جھلک دیکھ کر محبوب کی جانب کھینچا چلا جاتا ہے۔ وہ اس کا قرب چاہتا ہے اور دل کے جذبات و کیفیات کا اظہار اس کے رو برو چاہتا ہے۔ وہ ہر لمحہ صل میں گز رانا چاہتا ہے اور وہ محبوب سے بھی اسی طرز کی توقع چاہتا ہے۔ لیکن محبوب عاشق کے بر عکس ہے۔ وہ معشوق ہے اس سب سے، اس میں چاہے جانے کا ایک احساس ہے۔ اس میں ادا کیں ہیں۔ اس میں ناز اور نخرہ ہے۔ اس میں شوخی ہے اس لیے وہ عاشق کو ستاتا ہے، آزماتا ہے، تڑپاتا ہے اور بیماری دکھاتا ہے تا کہ اور بھی زیادہ چاہا جائے۔ لیکن عاشق کے قرب کی خواہش کبھی ختم نہیں ہوتی اور وہ ہر لمحہ تقرب کی فریاد میں رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر نے بھی تقرب کے لیے سب جتن کر دیکھے اور جب کچھ نہ بن پڑا تو پھر خدا سے انتباہ اور فریاد کی کہ اس کا محبوب اس سے اس طرح کارو یہ کیوں رو ارکھے ہوئے ہے

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے

ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

G-I 2013, 2015, G-II 2014, لاہور بورڈ

شعر 3۔

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کے مدعا کیا ہے

غزل : صفتِ ادب

شاعر کا نام : مرزا اللہ خاں غالب

مفہوم : اے محبوب ! میں تم سے کلام کرنے کا شدید خواہش مند ہوں اس لیے مجھے بھی کبھی ہم کلام ہونے کی اجازت دیں۔

تشریح:-

غالب ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضمایں کی رنگارنگی، تخلیل کی بلندی، آفاتیت اور جدت ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انہوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور محسوسہ دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالب نے محبوب سے ہم کلام ہونے اور دل کے جذبات و کیفیات کا محبوب کے رو برو اظہار کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور ساتھ ہی محبوب کی عدم توجیہی کا شکوہ بھی کیا ہے۔ درحقیقت عاشق محبوب کی طلب و تمنا رکھتا ہے۔ وہ ہر لمحہ صل میں گز رانا چاہتا ہے اور دل کے جذبات و کیفیات کا محبوب کے رو برو اظہار کرنا چاہتا ہے۔ وہ محبوب کی توجہ چاہتے ہوئے اس سے بھی اسی طرز کی توقع رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ



دل ناداں تھے ہوا کیا ہے

غزل 3

”دونوں طرف ہو آگ برابر گئی ہوئی“

لیکن محبوب کا انداز عاشق کی توقعات کے مقابلہ ہے۔ وہ معشوق ہے اور اس میں چاہے جانے کی ایک شان برائی ہے۔ وہ اپنی اداوں سے عاشق کا دل لبھاتا ہے لیکن قرب اختیار نہیں کرتا۔ وہ عاشق کو صلح کے لیے اکساتا ہے لیکن فراق میں رہتا ہے۔ وہ عاشق کو اپنی شوخیوں سے ترپاتا ہے لیکن اس پر نظرِ التفات نہیں رکھتا۔ وہ عاشق کو اپنی بارگاہ میں آنے کی اجازت دیتا ہے لیکن ہم کلام نہیں ہوتا۔ وہ سب کچھ بولتا ہے لیکن عاشق کو زبان بندی کے لیے کہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ غالباً آپنے محبوب سے اپنی زبان بندی کا شکوہ کرتے ہیں۔ وہ بارگاہ محبوب میں ہیں لیکن زبان بندی کا حکم ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خود سے مخاطب ہیں کہ کاش محبوب اس کی طرف بھی نظرِ التفات کرے اور وہ بھی اس کے رو برو اپنے دل کے جذبات و کیفیات کا اظہار کریں۔ لیکن زبان بندی کے حکم کی وجہ سے رو برو ہو کر بھی بولنے سے قاصر ہیں۔

یہ دستورِ زبان بندی ہے کیا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترسی ہے زبان میری

G-I 2016, G-II 2014 گوجرانوالہ بورڈ

شعر 4۔

ہم کو ان سے ، وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے ، وفا کیا ہے

Free Ilm .Com

حوالہ شعر:

صنف ادب :

غزل :

شاعر کا نام :

مفہوم :

تشریح:-

مجھے انتہاد رجے کے بے وفاوں سے وفا کی توقع ہو چلی ہے۔

غالب ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضامین کی رنگار گئی تخلیل کی بلندی، آفاقیت اور جدت ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہیلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انہوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور محسوسہ دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالب آپنے محبوب کو بہت بڑا بے وفا کہتے ہیں لیکن پھر بھی اس سے وفا کی امید لگائے ہیٹھے ہیں۔ قول ہے:

”محبوب اس ذات کو کہتے ہیں، جس کے قرب کی تمنا کبھی فتح نہیں ہوتی اور امید اس خوشی کا نام ہے

جس کے انتظار میں غم کے ایام کئتے ہیں“



دل ناداں تھے ہوا کیا ہے

غزل 3

حقیقت میں عشق ایک کشش مقناطیسی ہے جس کے تحت عاشقِ محبوب کی جانب کھپتا ہے۔ اس لیے وہ حال میں محبوب کی تمنا پنے دل میں لیے ہوتا ہے۔ وہ محبوب کی جفا سکیں سہتا ہے۔ وہ اس کے ستم پر صبر کرتا ہے۔ وہ زمانے کی سختیوں سے نہ رداز مہوتا ہے۔ وہ تکلیفیں اور اذیتیں جھیلتا ہے۔ وہ جہان کی تہمتیں اور ملامتیں اپنے سر لیتا ہے مگر محبوب کی طلب و تمنا اور قرب کی خواہش کبھی دل سے نہیں نکالتا ہے اور اپنے آپ میں پر امید رہتا ہے۔ امید بھی عاشق کے مزاج کی ایک کیفیت ہوتی ہے لیکن محبوب کا مزاج بالکل اس کے بر عکس ہوتا ہے۔

شاعر کے محبوب کا مزاج بھی شاعر کے مزاج کے بالکل بر عکس معلوم ہوتا ہے۔ تبھی تو شاعر نے یہ شکوہ کیا ہے کہ اس کا محبوب خیر بلالی، بھلانی یا وفا کے عمل سے واقع ہی نہیں ہے۔ محبوب کا عاشق کی توقعات کے برخلاف ہونا بے وفائی ہے۔ شاعر کا محبوب بھی شاعر کی وابستہ توقعات کے بالکل برخلاف ہے اس لیے بے وفا ہے۔ لیکن وہ جتنا بھی بے وفا کیوں نہ ہو، بہر حال شاعر کو اس سے وفا کی امید ہے۔ بقول ناصر کاظمی



شعر 5۔

Free Ilm .Com

حوالہ شعر:

صنف ادب :

شاعر کا نام : مرزا سداللہ خاں غالب

مفہوم :

تشریح : مجھ درویش کی صدائی فقط اتنی ہے کہ اوروں سے بھلانی سے پیش آیا کروتا کہ خدا تمہارے ساتھ بھلانی کرے۔

غالب ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضمایں کی رنگارنگی، تخلیل کی بلندی، آفاتیت اور جدت ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہل ممتع کی عمدہ مثال ہے جس میں انہوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حُسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالب نے ذہنی بات کی ہے۔ ایک مطلب میں وہ لوگوں کو دوسروں کے ساتھ بھلانی کرنے کی صحیح کرتے ہیں جب کہ دوسرے مطلب میں وہ محبوب کو بھلانی یعنی اپنے ساتھ وفا کرنے کو کہتے ہیں۔ جہاں تک دوسروں کے ساتھ بھلانی کی بات ہے تو یہ بہت بڑی نیکی ہے اور انسانیت کی معراج ہے۔ حدیث بنوی ہے:



دل ناداں تھے ہوا کیا ہے

غزل 3

”لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ بھلانی کرتا ہے۔“

اس لیے اللہ والے یعنی درویش لوگ انسان کو انسانیت سکھانے اور اللہ کی طرف بلانے کے لیے ہمیشہ سے بھلانی کا درس دیتے آئے ہیں۔ غالبَ کا مطلب بھی یہ ہے کہ درویشوں کو کسی سے بھلا کیا بیریا تقاضا ہو سکتا ہے، سوائے اس کے کوہ دوسروں کے ساتھ بھلانی کرنے کو کہتے ہیں۔

شعر کا دوسرا اپہلوا یہ ہے کہ غالبَ اپنے محبوب سے اس کی بے وفائی کا شکوہ کرتے ہیں۔ دراصل اردو شاعری میں عاشق و محبوب مفہوم خصوصیات کے دو کردار ہیں۔ عاشق کو اپنے شوق، طلب و تمنا، جذبہ صادق اور فاؤں کے بدالے میں محبوب کی طرف سے ہمیشہ بے رخی، بے اعتنائی، عدم توجہ اور بے وفائی ہی ملتی ہے۔ غالبَ کے ساتھ محبوب کا رو یہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اس لیے وہ شکوہ کے انداز میں کہتے ہیں کہ سوائے وفا کے ان کا اور کوئی تقاضا نہیں ہے۔

تجھ سے پاں وفا ذرا نہ ہوا

ہم سے پھر بے ترا گلہ نہ ہوا

G-II 2015, 2016

شعر 6-



حوالہ شعر:

صنف ادب : غزل

شاعر کنام : مرزا اسد اللہ خاں غالب

مفہوم : اے محبوب! میں تمھیں دعا نہیں دینے سے بڑھ کر عملی طور پر تمھارے لیے جان دینے کے لیے بھی تیار ہوں۔

نشرتیج:-

غالبَ ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزل مضامین کی رنگاری، تخلی کی بلندی، آفیت اور جدتِ ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ غزل سہیلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انہوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اشرون تاثیر اور حسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالبَ اپنے محبوب کو اپنے جذبہ صادق کا لیقین دلاتے ہیں کہ ان کا عشقِ محض محبوب کے بارے میں نیک خواہشات اور دعا نہیں دینے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ اس کی خاطر عملی طور پر اپنی جان دینے کے لیے بھی بہہ وقت تیار ہیں۔

”اپنی ذات میں فنا ہو کر جس کی ذات میں بقا ہونا منظور ہوا، اسے محبوب کہا جاتا ہے۔“



غزل 3

ایک عاشق کا جذبہ صادق یہی ہوتا ہے۔ وہ محبوب کی راہ میں کسی بھی قسم کی معدودی و مجبوری کو نظر سیم کرتا ہے۔ محبوب کی پسند اس کی پسند ہوتی ہے اور محبوب کی رضا ہو جاتی ہے۔ وہ محبوب کی خوشنودی کے لیے پہاڑ کھونے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ وہ صحراؤں کی ڈھول چھان سکتا ہے، وہ طغیانیوں سے لڑ سکتا ہے، وہ انگاروں پر سے گز سکتا ہے حتیٰ کہ وہ سولی پر لٹک جاتا ہے لیکن جس ذات کو اس نے محبوب مانا ہوتا ہے اس سے جدائی گوارہ نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو اس کا جزو ذات بن کر اس کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔ عاشق صادق کے لیے دراصل یہی فنا ہی بقا ہوتی ہے۔ شاعر کا عشق بھی اس مقام پر ہے۔ وہ ہر حال میں محبوب کی خوشنودی چاہتا ہے۔ اور اس کی خوشنودی کے لیے وہ اپنی جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہے کیوں کہ وہ وہ سمجھتا ہے کہ ان کا جذبہ صادق ہے اور صادق جذبے والے جان کی پروانہ نہیں کیا کرتے ہیں۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی تو کوئی بات نہیں

شعر 7۔



حوالہ شعر:

صنف ادب :

شاعر کا نام : مرزا سداللہ خاں غالب

مفہوم :

اے محبوب! اگر چہ تھا رے لیے غالب کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے لیکن اس کی مفت کی خدمات کو سراہنے میں بھلا کیا برائی ہے۔

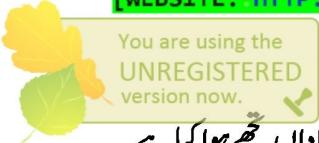
تشریح:-

غالب ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی اردو غزلیں مضمایں کی رنگارنگی، تخلیل کی بلندی، آفاقیت اور جدت ادا کی بدولت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان کی یہ

غزل سہل ممتنع کی عمدہ مثال ہے جس میں انہوں نے استفہام کے استعمال سے کلام میں اثر و تاثیر اور حسن و دل کشی پیدا کی ہے۔

اس شعر میں غالب اپنے محبوب کو یہ باراً اور کراتے ہیں کہ اس کی نظر میں اگرچہ ان کی کوئی وقعت نہیں ہے لیکن اگر وہ مفت میں پوری عمر خدمت گزاری

میں رہیں تو ان کی خدمات کو سراہنے میں محبوب کو کوئی برائی محسوس نہیں ہونی چاہیے۔ دراصل غالب اپنے محبوب سے بے پناہ عشق کرتے ہیں۔ عشق کا پہلا مطالبہ



دل ناداں تھے ہوا کیا ہے

غزل 3

محبوب کا قرب ہوتا ہے۔ اس قرب کے حصول کے لیے عاشق طرح کی آزمائشوں سے گزرتا ہے۔ حقیقتی کہ اسے محبوب کا خدمت گزار بنا بھی منظور ہوتا ہے۔ اس لیے غالب سے محبوب کو یہی کہتے ہیں کہ وہ مفت میں اس کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں اور ہمیشہ بے لوث اور بے صلح خدمت میں رہنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی مطالبہ ہے تو فقط اتنا کہ محبوب ان کی اس خدمت کو بے کار اور بے ٹودنہ سمجھے بلکہ ان کی اس پیش کش کا اعتراف کرے۔ لیکن محبوب کا روپ یہ مالی مفت دل بے رحم کے مصدقہ ہے اور وہ غالب کی خدمات کو خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ اس کے برعکس غالب اس بات پر قائم ہیں کہ محبوب ان کی مخلصی اور وفاداری کو پہچانے اور اپنے روپیے میں نرمی پیدا کرے۔ بقول ناصر کاظمی

قہر سے دیکھ نہ ہر آن مجھے

آنکھ رکھتا ہے تو چچان مجھے

سوالات کے مختصر جوابات

سوال 1: شاعر کون سے وفا کی امید ہے؟

جواب: شاعر کو ان سے وفا کی امید ہے جو دفاؤ، کام معنی و مفہوم بھی نہیں جانتے ہیں یعنی شاعر اپنے حد درج بے دفاؤ محبوب سے وفا کی توقع کرتا ہے۔

سوال 2: شاعر نے کسے ناداں کہا ہے؟

جواب: شاعر اپنے دل کو ناداں کہا ہے۔

سوال 3: کون مشتاق ہے اور کون بیزار؟

جواب: عاشق یعنی شاعر مشتاق ہے اور اس کا محبوب اس سے بیزار ہے۔

سوال 4: درویش کے لب پر کیا صدای ہے؟

جواب: درویش کے لب پر یہ صدا ہے کہ دوسروں سے بھلانی کیا کروتا کہ خدا تمہارے ساتھ بھلانی کرے۔

سوال 5: غالب نے مقطع میں محبوب کو اپنی کیا قیمت بتائی ہے؟

جواب: غالب نے مقطع میں محبوب کو اپنی کوئی قیمت نہیں بتائی ہے یعنی انہوں نے خود کو محبوب کی خدمت میں بالکل مفت پیش کیا ہے۔



دل ناداں تھے ہوا کیا ہے

غزل 3**سوال 6: مرزا غالب کی تصانیف کے نام لکھیں؟****جواب:** مرزا غالب کی تصانیف یہ ہیں:

دیوان غالب (اردو)، دیوان فارسی، گل رعناء، مہر نیروز، دستبو، قاطع بربان، اطائف غیبی، قادر نامہ، عودہ ہندی اور اردو میں معلیٰ

سوال 7: کنایہ سے کیا مراد ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔**جواب:** کنایہ کے لغوی معنی ”چپی ہوئی بات کرنے“ کے ہیں۔ اصطلاح میں کنایہ ایسے لفظ یا الفاظ کے مجموعے کو کہا جاتا ہے جو جازی یا غیر حقیقی معمول کے لیے استعمال کیے جائیں۔ کنایہ کے مجازی معنی لغوی معنی سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر یہ تعلق تشبیہ کا نہیں ہوتا۔**مثالیں:**

۱۔ اس کو کالے نے کاٹا۔ کالا یہاں سانپ کا کنایہ ہے۔

۲۔ اپنے سفید بالوں کا کچھ خیال کرو۔ سفید بال یہاں بڑھا پے کے لیے کنایہ ہیں۔

۳۔ وہ بڑا نگ دل ہے۔ نگ دل یہاں گھٹیا اور کنجوس آدمی کے لیے کنایہ ہے۔

سوال 8: سہلِ ممتنع سے کیا مراد ہے؟**جواب:** چھوٹی بھر میں بڑی بات کہ جانا یا ایسی بات کہنا جس کے معنی بظاہر سادہ ہوں لیکن غور کرنے پر زیادہ وسعت نظر آئے، سہلِ ممتنع ہے۔ جیسے:

Free ILM.Com
 دل کی باتیں کہاں کرے کوئی
 شہر میں شور، گھر میں تنہائی